OPEN ACCESS
SUJRIS
﴾ Swat University Journal of Religious & Islamic Studies ﴿
ISSN: 2959-5509
www.sujris.uswat.edu.pk

SUJRIS
Vol.:1, Issue: 2, Jul - Dec 2023 PP: 01-12

ضلع سوات میں مذہب اسلام کی ترویج واشاعت میں حضرات صوفیاء کرام کے کردار کا تحقیقی جائزہ

The Enduring Roots of Islam in Swat: A Closer Look at the Role of the Sufi Scholars

Zia ul Haq
Secondary School Teacher, Government Higher Secondary School Charbagh Swat
Email: zia.stt.1979@gmail.com

Abstract

This article delves into the historical roots of Islam in the Swat district of Khyber Pakhtunkhwa, Pakistan, countering the misconception propagated by some international journalists and segments of society that recent developments in the area are linked to Islam's emergence. The historical narrative reveals Islam's presence in Swat for centuries, with significant contributions from Sufi scholars. These scholars have played a pivotal role in spreading the true message of Islam and fostering peace and harmony in the region. Through an investigation of their services and influence, it becomes evident that their efforts have had a profoundly positive impact on Swat, shaping its ethos for decades.

Keywords: *Swat, Sufi scholars, peace, harmony.*

CC BY

ضلع سوات کا تعارف:

کرہ ارض پر خطہ سوات کا شمار دنیا کے بعض ان علاقوں میں ہوتا ہے جو اپنی خوبصورتی میں ثانی نہیں رکھتا یہی وجہ ہے کہ یہ خطہ دنیا بھر سے سیاحوں کو اپنی طرف کھینچنے میں بھرپور اثر رکھتا ہے۔اور موسم گرما سمیت موسم سردی میں بھی یہاں سیاحوں کی بھیڑ لگی رہتی ہے اور ہر طرف سے سیاح یہاں کے دلفریب منظر سے محظوظ ہوتے ہیں۔اس کو اپنی خوبصورتی کی بناپر ایشیاء کا سویٹزرلینڈ بھی کہا جاتا ہے۔اس کے علاوہ اس کی علاقائی محل وقوع کی اہمیت بھی دنیا بھر میں مسلم ہے کیونکہ یہاں براعظم کے کئی اہم خطے آپس میں ملتے ہیں۔ملاکنڈ ڈویژن جو کہ سات اضلاع پر مشتمل ہے اس کا ڈویژنل ہیڈ کوارٹر بھی سوات ہی ہے۔ ضلع سوات ملک کے مرکزی دارالحکومت اسلام آباد سے تقریباً 254اور صوبائی دارالحکومت پشاور سے تقریباً170 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔[1]

رقبہ:

انتظامی امور کی تبدیلی اور بعض علاقوں کے الگ ہونے اور بعض علاقوں کے الحاق کی وجہ سے ضلع سوات کا رقبہ مختلف اوقات میں مختلف رہاہے۔ریاستی دور میں ضلع سوات کا کل رقبہ 4000 مربع میل تھا۔1951 کی مردم شماری کے مطابق ریاست سوات اور اس کے ملحقہ علاقوں کا کل رقبہ 3756 مربع میل تھا۔1972 کی مردم شماری کے مطابق ضلع سوات کا کل رقبہ 4715 مربع میل تھا۔[2] 1998 کی مردم شماری کے مطابق ضلع سوات کا کل رقبہ 5337 مربع کلومیٹر ہے۔[3]

انتظامی امور کے اعتبار سے ضلع سوات کل سات تحصیلوں پر مشتمل ہے۔تحصیل کبل، تحصیل بریکوٹ، تحصیل سیدوشریف، تحصیل مٹہ، تحصیل چارباغ، تحصیل خوازہ خیلہ اور تحصیل بحرین۔

آبادی:

ضلع سوات کی کل آبادی 1972 کی مردم شماری کے مطابق 520614 ،اور 1981 کی مردم شماری کے مطابق 715938 تھی۔1998 کی مردم شماری کے مطابق ضلع سوات کی کل آبادی 1257602 افراد پر مشتمل تھی جس میں 648008 (51.53%) مرد 609594 (48.47) عورتیں تھیں۔1981 سے 1998 تک سوات کی آبادی کی شرح افزائش اوسطا 3.37% تھی۔ضلع سوات میں 1998 کی مردم شماری کے مطابق ایک مربع کلومیٹر میں اوسطا 235.6 افراد رہائش پذیر تھے۔

2017 کی مردم شماری کے مطابق ضلع سوات کی کل آبادی 2309570 (50.78%) افراد پر مشتمل ہے جس میں 1172974 (49.21) مرد ،1136544 عورتیں اور 52 (0.002)خواجہ سرا ہیں۔ 2017 کے مطابق ضلع سوات آبادی کے لحاظ سے صوبہ خیبر پختونخواہ کا تیسرا بڑا ضلع ہے۔2017 کی مردم شماری کے مطابق ضلع سوات کی تمام تحصیلوں کی آبادی مندرجہ ذیل ہیں۔ تحصیل بحرین 248474 افراد، تحصیل خوازہ خیلہ 265571 افراد، تحصیل مٹہ 465996 افراد، تحصیل چارباغ 126115 افراد، تحصیل بابوزئی 599040 افراد، تحصیل کبل 420374 افراد، تحصیل بریکوٹ 184000 افراد پر مشتمل ہیں۔[4]

پاکستان کے ساتھ ادغام:

پاکستان کے ساتھ الحاق سے قبل ضلع سوات امن وامان اور نظام عدل کے لئے بہت مشہور تھا یہاں کے لوگ آسودہ حال زندگی گذار رہے تھے اور باہر دنیا میں سیاحت کے لئے یہ علاقہ کافی شہرت رکھتا تھا یہی وجہ ہے کہ سیاح بکثرت وادی سوات سے لطف اندوز ہونے کے لئے آتے تھے۔ لیکن بعض وجوہات کی بناء پر ریاست سوات کا الحاق 1969ء میں پاکستان کے ساتھ ہوگیا اور اس کے ساتھ ریاست میں انتظامی، عدالتی اور سیاسی صورتحال کے حوالے سے بہت ساری تبدیلیاں رونما ہوئی۔ الحاق تک ریاست سوات کو ایسے قوانین کے ذریعے چلایا گیا جو اسلامی اور مقامی روایات کا لبادہ اوڑھے ہوئے تھے۔ الحاق کے بعد یہاں بہت سارے انتظامی مسائل پیدا ہوئے کیونکہ یہاں جو انتظامی افسران بھیجے جاتے تھے وہ یہاں کے رسم ورواج معاشرتی اقدار سے ناواقف ہوتے تھے اس لئے یہ نظام مؤثر طریقے سے کام نہ کرسکا اور حالات افراتفری پر منتج ہوئے اور نتیجتاً لوگوں میں مایوسی پیدا ہوئی۔[5]

کرہ ارض پر خطہ سوات دنیا کا ایک خوبصورت علاقہ شمار کیا جاتا ہے۔ اس کی پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ اپنی خوبصورتی کی وجہ سے بہت مشہور ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ علاقہ بدھ مت کے پیروکاروں کا مسکن تھا[6]۔ 326 قبل المسیح جب سکندر اعظم ایران کے بعد ہندوستان کو فتح کرنے کیلئے کابل کے راستے روانہ ہوا تو افغانستان میں کنڑ کے راستے وادی سوات میں داخل ہوا اور دریائے سوات کے شمالی کنارے آباد ایک گاؤں باڈئ کے قریب دریائے سوات کو عبور کرکے اپنی فوج کے ساتھ منگلور کے علاقہ میں پڑاو ڈالا اور دشوار گذار راستوں کو عبور کرتے ہوئے دریائے سوات پار کرکے پنجاب میں داخل ہوا۔ سکندر کے زمانے میں سوات پر راجہ آرنس کی حکومت تھی جسے سکندر نے مغلوب کرلیا تھا۔[7]

304 قبل المسیح کو سکندر اعظم کے بعد اس کے جرنیل سیلوکس نے دوبارہ ہندوستان پر حملہ کیا تو سوات کے علاقے راجہ چندر گپت کے حوالے کئے جس نے یہاں کے لوگوں کو مکمل مذہبی آزادی دی۔[8] جب پشاور راجہ کنشک کا دارالحکومت تھا تو اس کی سلطنت میں سوات اور بونیر کے علاقے بھی شامل تھے۔ یہاں کے لوگ بدھ مت کے پیروکار تھے امور سلطنت سے اکتا کر اکثر راجہ کنشک سوات کی خاموش وادیوں میں اکثر وقت گذارتا تھا کیونکہ علاقہ سوات بدھ مت کے پیروکاروں کے لئے ایک مقدس سرزمین کی حیثیت رکھتا تھا اور یہاں پر سینکڑوں مقدس خانقاہیں تھیں۔[9]

راجہ کنشک کے بعد "رام راجہ" ایک مشہور راجہ گذرا ہے جس کی دارالحکومت خدوخیل تھا اس علاقہ میں "رام کھنڈ" نامی ایک تالاب آج بھی اس کی یاد میں موجود ہے۔

رام راجہ کے انتقال کے بعد "وراٹھ" کا نام آتا ہے۔ 200 ق م میں سوات اور بونیر کے علاقے اس کی سلطنت میں شامل تھے۔ وراٹھ کے بعد اس کی بیٹی کی حکومت آ گئی۔

رام راجہ کی بیٹی کے بعد بدھ حکمرانوں میں "ہوڈی" ایک مشہور حکمران گذرا ہے اس کے نام پر سوات میں آج بھی ایک گاوں اوڈیگرام کے نام سے آباد ہے اور ہوڈی کی یادگاروں میں سے ہے۔

سوات میں بدھ مت کے زمانے کے آثار:

سوات کے مختلف علاقوں میں اب بھی بدھ حکمرانوں کے عہد کے آثار ملتے ہیں اور یہ آثار عام طور پر پہاڑوں میں ملتے ہیں

کیونکہ اس زمانے میں سنگ تراشی کا فن عروج پر تھا اور لوگ پہاڑوں کی چوٹیوں پر پتھر تراش کر بڑے بڑے بت بناتے تھے۔

اورنگ زیب عالمگیر:

جب اورنگزیب عالمگیر ہندوستان کا بادشاہ بنا تو سب سے پہلے اس نے مقامی اتحاد کو ناکام بنایا آپ کے ابتدائی دور میں یوسف زئی اور خٹک قبیلوں کی باہمی لڑائی جاری رہی لیکن جب خوشحال خان خٹک نے مغل اقتدار کے خلاف بغاوت شروع کی تو یوسف زئی اور خٹک قبیلوں کی دشمنی دوستی میں بدل گئی۔اورنگزیب کے بعد 1728 تک سوات، بونیر، باجوڑ اور دیر کے علاقے آزاد اور خود مختار رہے کیونکہ اس دوران مغل حکمرانوں میں ایسا کوئی نہیں آیا جو ان علاقوں کی طرف توجہ کرتا۔[10]

رنجیت سنگھ اور یوسف زئی:

جب سید احمد شہید اپنے ساتھیوں کے ہمراہ سوات آئے تو یہاں کے لوگوں نے ان کا بھرپور طریقے سے استقبال کیا اور بادشاہوں کی طرح ان کا اعزاز واکرام کیا اور ان کے ساتھ مل کر جہاد میں خوب حصہ لیا۔پشاور کی فتح کے بعد آپ کی شہادت ہوئی اس کے بعد یوسف زئی پھر خود سر ہوئے اور ان کا تعلق کسی تنظیم یا حکومت سے نہیں تھا۔افراتفری کا عالم تھا لیکن اللہ تعالی کو ان پر ترس آیا اور ان میں ایک ایسی شخصیت پیدا ہوئی کہ اس نے علاقہ میں بہت کام کیا اور علاقہ سے رسم ورواج کا خاتمہ کیا اس شخصیت کا نام عبدالغفور تھا جس نے علاقے کے لوگوں کی تقدیر بدلنے کے لئے کمر کس لی۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ ضلع سوات میں اسلام کا آغاز محمود غزنوی کے دور میں ہوا تھا کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں دین اسلام خراسان میں پھیل چکا تھا لیکن دیر، بونیر اور سوات کے علاقے تاحال اسلام کے نور سے محروم تھے۔جب سلطان محمود غزنوی حکمران بنا تو اس نے بر صغیر پر حملے شروع کئے اس وقت پنجاب کے حکمران راجہ جے پال کا بھانجا راجہ گیرا سوات کا گورنر تھا اس وقت اس نے اوڈیگرام (جو کہ اصل میں ہوڈیگرام تھا) سوات کا دارالحکومت بنایا۔اس نے یہاں ایک مضبوط قلعہ تعمیر کیا جو کہ اس کی فوجی چھاؤنی بھی تھی۔[11] محمود غزنوی کے ایک مشہور جرنیل پیر خوشحال نے اعصاب شکن جنگ کے بعد جام شہادت نوش کرتے ہوئے یہ مضبوط قلعہ فتح کیا اور ان کا مزار آج بھی اسی جگہ (غازی بابا) کے نام سے موجود ہے۔راجہ گیرا کی شکست کے بعد اکثر لوگ مسلمان ہوئے جبکہ خود راجہ گیرا نے بھاگ کر جان بچائی اس کی اولاد آج بھی سوات کے مقام "گورنئ" میں موجود ہے۔[12]

سلطان نے سوات سے واپسی کے وقت وہاں کے امن وامان برقرار رکھنے اور نظام چلانے کی غرض سے دو مسلمان افغان قبائل سواتی اور دلہ زاک یہاں آباد کئے۔[13]

خلیفہ سوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب اسلامی لشکر نے خراسان کو فتح کیا تو آگے بڑھتے ہوئے سارا افغانستان رفتہ رفتہ اسلام کے نور سے منور ہو گیا لیکن اس کے ساتھ ملے ہوئے کچھ علاقہ تاحال کفر کے اندھیرے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ان علاقوں میں چترال، سوات اور دیر کے علاقے شامل تھے۔

اس لئے گیارویں صدی عیسوی کے آغاز میں جب راجہ گیرا سوات کا حکمران تھا ان دنوں سلطان محمود غزنوی کی فوج باجوڑ کے راستے سے ہوتے ہوئے دیر پر سے گذرتے ہوئے شموزئی کے راستے سوات میں داخل ہوئی۔سلطان کی فوج یہاں دو حصوں میں تقسیم ہوئی ایک حصہ دریا کے کنارے سے ہوتا ہوا دریا سے ملے ہوئے علاقوں کو فتح کیا۔دوسرے حصے نے پیر

خوشحال کی قیادت میں راجہ گیرا کے ٹھکانے کا محاصرہ شروع کیا۔کافی دنوں بعد پیر خوشحال کو اس پائپ لائن کا پتہ چلا جو کہ پہاڑ کے اوپر راجہ گیرا کی فوجیوں کو پانی پہنچاتا تھا۔چنانچہ آپ نے اس پائپ لائن کو کاٹا جس سے راجہ گیرا کی فوجیوں کے حوصلے پست ہوئے اور ایک زوردار حملہ سے پیر خوشحال نے راجہ گیرا کی فوجیوں کو شکست سے دوچار کیا اور یوں ہمیشہ کے لئے راجہ گیرا کی سلطنت کا خاتمہ ہوا۔البتہ اس کے پیروکاروں کو پہاڑوں میں چھپنے پر مجبور کیا اور مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے آخر کار انہوں نے بھی کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کیا۔[14]

علاقہ سوات میں سید احمد شہیدؒ کی جہادی کاوش:

سلطان محمود غزنویؒ کے بعد تاریخ میں کوئی ایسا واضح نام نہیں ملتا جس نے اس علاقہ میں دین کی محنت کی ہو البتہ جب تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو ایک ہی نام سامنے آتا ہے اور وہ سید احمد شہیدؒ کا نام ہے۔چنانچہ اپریل 1827 کو سید احمد شہیدؒ جہادی سرگرمیوں کے سلسلے میں سوات آنے کا ذکر ملتا ہے .[15] یہاں پر آپ سید بادشاہ کے نام سے معروف ہوئے اور باقاعدہ طور پر امیر المؤمنین تسلیم کئے گئے۔آپ نے باقاعدہ طور پر یہاں شرعی نظام نافذ کیا اور رسم ورواج کے خلاف بھرپور جہاد کیا۔شروع شروع میں یوسف زئی قبائل نے آپ کا بھرپور ساتھ دیا لیکن جب بات رسم ورواج کے خلاف بنی تو انہوں نے مزاحمت کا اعلان کیا [16]۔کیونکہ ان کا خیال تھا کہ ان کا رسم ورواج عین شریعت کے مطابق ہے اور آپ کو وہابی کے نام سے مشہور کیا۔[17]

چنانچہ سید احمد شہیدؒ سوات کے ملحقہ علاقے بونیر کے ایک گاؤں "پنجتار" میں مقیم ہوئے۔چونکہ سید احمد شہید کی نظریات یوسف زئیوں کے لئے ناقابل قبول تھے اس لئے کہ سید صاحب کی تعلیمات میں اس بات پر بہت زور دیا جاتا تھا کہ وہ اپنی بیٹیوں کا نکاح غیر ملکیوں کے ساتھ کریں اور یہ بات ان کے لئے ناقابل قبول تھی[18]۔یوسف زئیوں کی مخالفت کی وجہ سے آپ نے بالاکوٹ کی طرف رخت سفر باندھا۔لیکن یہاں آپ نے 6 مئی 1831ء کو اپنے 1300 ساتھیوں سمیت جام شہادت نوش کیا۔[19]

صاحب سوات کی خدمات:

محمود غزنویؒ اور سید احمد شہیدؒ کے بعد تاریخ میں جس ہستی کا ذکر سوات میں دینی کام کے حوالے سے ملتا ہے وہ صاحب سوات یعنی اخوند عبدالغفور عرف سیدو باباؒ ہے 1849 میں جب انگریز نے پشاور پر قبضہ کیا تو تو سیدو باباؒ کو علاقہ سوات بچانے کی فکر لاحق ہوئی اور سیدو شریف میں سوات، بونیر، باجوڑ اور دیر کے عمائدین کا ایک اجلاس طلب کیا۔اخوند صاحب نے ان عمائدین کی مشاورت سے سید اکبر شاہ کو امیر منتخب کیا۔سب سے پہلے اخوند صاحب نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس کے بعد دیگر عمائدین نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس طرح ایک اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی گئی جس کا دارالخلافہ گاؤں غالیگے کو مقرر کیا گیا۔[20]

انگریز سوات کی اس شرعی واسلامی ریاست سے بہت گھبرائے ہوئے تھے لیکن بدقسمتی سے 11 مئی 1857ء کو سید اکبر شاہ فوت ہوئے اور اسی دن میرٹھ میں تاریخی جنگ آزادی لڑی گئی چنانچہ اس اس شرعی ریاست کے بارے میں ایک انگریز مؤرخ "ہربیرٹ ایڈورڈ" لکھتا ہے۔"اگر سوات میں شرعی حکومت اور ان کا سردار سید اکبر شاہ زندہ ہوتا تو آج 1857ء جنگ آزادی کا نقشہ کچھ اور ہوتا"[21]

سید اکبر شاہ کی وفات کے بعد یہاں افراتفری شروع ہوئی۔ چنانچہ اخوند صاحب کی بھرپور محنت سے اور جہادی کاوشوں سے انگریزوں کا مقابلہ کیا گیا اور سوات کی حفاظت ہوئی۔ آپ نے ضلع سوات میں تصوف کی بہت زیادہ خدمت کی اور بہت سارے لوگ ان کی تعلیمات سے مستفید ہوئے۔

پیر سید علی شاہ ترمذی (عرف پیر بابا) اور اخوند درویزہ کی خدمات:

علاقہ سوات میں پیر سید علی شاہ ترمذیؒ کی خدمات بھی کسی سے پوشیدہ نہیں چنانچہ آپ ترکستان کے ایک گاؤں "ترمذ" میں پیدا ہوئے۔ شروع میں آپ نے فوج میں شمولیت اختیار کی لیکن طبیعت میں زہد و قناعت تھی اس لئے زاہدانہ زندگی گذارنے کو ترجیح دیتے تھے اور فوج سے علیحدگی اختیار کی۔ جب اکبر کی حکومت ہندوستان میں مضبوط ہوئی تو آپ بونیر آئے اور یہاں سے 1886ء میں مذہبی اصلاحی تحریک شروع کی۔ ان دنوں یہاں پر ایک مشہور عالم "اخوند درویزہ" بھی تھے۔ انہوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اپنا مرشد تسلیم کیا۔ اخوند درویزہؒ ان دنوں اہل باطل کے ساتھ مناظرے کیا کرتے تھے۔ اور پیر سید علی شاہ عوام و خواص میں اصلاح کا کام کرتے تھے۔ اخوند درویزہ کا اصل نام عبدالرشید تھا۔ آپ نسلاً تاجک تھے اور آپ کا تعلق علاقہ ننگر ہار افغانستان تھا لیکن زیادہ وقت پشاور، بونیر اور سوات میں گذارا اس لئے پورے خیبر پختونخواہ میں بہت مشہور تھے لیکن جب پیر باباؒ کے ہاتھ پر بیعت کی تو لوگوں میں مزید مقبول ہوئے۔ پشاور شہر کے کوہاٹی دروازے کے باہر ایک وسیع قبرستان میں آپ کا مزار ہے اور پیر باباؒ کا مزار باجا کلی میں ایک بڑی زیارت کی حیثیت رکھتا ہے۔[22]

حضرت سنڈاکئی باباؒ کی خدمات:

حضرت پیر باباؒ اور حضرت اخوند درویزہؒ کے بعد اس علاقہ میں تصوف اور دینی کام کے حوالے سے جس شخصیت نے کام کیا ہے وہ سنڈاکئی باباؒ ہے۔ آپ ایک عظیم صوفی اور زیرک سیاست دان تھے۔

ان کے بھائی کے پوتے کے بقول ان کی تاریخ پیدائش کے بارے میں صحیح معلومات نہیں البتہ آپ ضلع شانگلہ میں دریا کے کنارے ایک گاؤں برکلے میں پیدا ہوئے، البتہ مشہور ہے کہ آپ 1831ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کا نام ولی احمد بن مولانا محمد قمر تھا۔ آپ سنڈاکئی بابا اور کوہستان ملا کے نام سے مشہور تھے۔

سید عبدالجبار شاہ کی حکومت:

نواب آف دیر کے مظالم سے بچنے کے لئے سوات کی عوام نے مشہور روحانی شخصیت حضرت سنڈاکئی باباجیؒ سے استدعا کی کہ آپ یہاں کے مختلف قبائل کو ملا کر ایک ریاست کی بنیاد رکھے اور خود اس ریاست کا حکمران بن جائیں جسے آپ نے قبول کیا اور مختلف قبائل کو جمع کرکے ان کو اس بات پر راضی کیا کہ وہ سید عبدالجبار شاہ سوات کا بادشاہ نامزد کردیں گے اس کے لئے جب آپ نے عبدالجبار شاہ سے رابطہ کیا تو آپ نے قبول کیا اور اس طرح سید عبدالجبار شاہ کو 1915ء میں سوات کا بادشاہ بنا دیا گیا۔[23] لیکن دو سال بعد اس بات کا چرچا ہوا کہ سید عبدالجبار شاہ کا تعلق قادیانی مسلک ہے اس بات کی تصدیق کے لئے حضرت سنڈاکئی بابا کی قیادت میں ایک وفد نے عبدالجبار شاہ سے ملاقات کی جس میں اس نے اس بات کا اقرار کیا کہ میں قادیانی ہوں اس لئے مقامی عمائدین نے اس معزول کیا اور یون سید عبدالجبار شاہ کی دور کا خاتمہ ہوا۔[24]

میاں گل عبدالودود عرف بادشاہ صاحب کی دینی خدمات:

سید عبدالجبار شاہ کے بعد ریاست سوات کے مقامی عمائدین نے بادشاہ کی تقرری کے لئے پھر حضرت سنڈاکئ باباؒ سے رابطہ کیااور ایک مرتبہ پھران کی کندھوں پر یہ بوجھ ڈالا گیا کہ ریاست سوات کے لئے بادشاہ کا تقرر عمل میں لایا جائے۔اس مرتبہ آپ نے میاں گل عبدالودود کا نام تجویز کیا جو کہ میاں عبدالخالق کا بیٹااور حضرت اخوند عبدالغفور صاحب کا پوتا تھا۔آپ کی اس تجویز پر اہل سوات نے میاں گل عبدالودود کو ریاست سوات کا بادشاہ نامزد کیااور حضرت سنڈاکئ باباجی صاحبؒ کے زیر نگرانی علاقہ کبل میں تاج پوشی کی تقریب منعقد ہوئی اور 1917ء میں آپ کو باقاعدہ طورپر ریاست سوات کا حکمران تسلیم کیا گیا۔آپ چھ سال تک حکمرانی کرتے رہے اس دوران آپ نے قیام امن اور دیگر اہم ریاستی امور سرانجام دینے کے لئے کئی خدمات انجام دیں۔[25]

میاں گل عبدالودود عرف بادشاہ صاحب کی دینی خدمات میں درجہ ذیل باتیں بہت اہم ہیں۔

1۔ آپ نے گاؤں کی سطح پر ایک قاضی مقرر کیا تاکہ لوگ عدالتوں کی چکر میں نہ پڑیں اور اپنے مسائل آسانی کے ساتھ حل کر سکیں۔

2 ۔تحصیل کی سطح پر بھی قاضی کی تعیناتی کے احکامات جاری کئے۔

3 ۔ ضلع کی سطح پر بھی ایک شرعی عدالت قائم کی۔

4۔ضلعی صدر مقام سیدو شریف میں اعلیٰ عدالت قائم کی جس میں دو علمائے کرام اور قاضی مقرر ہوتے تھے تاکہ لوگ نچی عدالتوں کے فیصلوں کے خلاف ضلعی عدالتوں میں بھی نظر ثانی کی اپیل دائر کر سکیں۔

5 ۔شادی بیاہ کی تقریبات میں غیر شرعی رسم ورواج کا خاتمہ کیا۔

6۔قمار بازی اور غیر اخلاقی رسومات پر پابندی لگائی۔

7۔دو اعلیٰ دینی مدارس دارالعلوم سیدو شریف اور دارالعلوم چارباغ قائم کئے اور بہترین تنخواہ پر اعلیٰ قسم کے اساتذہ کو یہاں تعینات کیا۔[26]

حضرت عبدالکریم المعروف بہ اخون کریم داد شہید بابا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات:

آپ اخوند درویزہ باباؒ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے اور 970ھ کو بونیر کے سالارزو میرہ نامی گاؤں میں پیدا ہوئے۔پیدائش کے دو مہینے بعد آپ کے والدین آپ کو حضرت پیر باباؒ کی خدمت میں لائے۔آپ نے اس کے منہ میں اپنا لعاب مبارک ڈالا اور برکت کی دعا کے ساتھ رخصت کیا دس سال کی عمر میں آپ نے حضرت پیر باباؒ کے مدرسہ میں داخلہ لیا۔آپ براہ راست پیر بابا کے شاگرد اور خلیفہ تھے پیر بابا نے اپنی دختر عائشہ بی بی المعروف شاہان بی بی کا نکاح آپ سے کیا۔حضرت عبدالکریم المعروف اخوند کریم داد باباؒ حضرت پیر بابا کے ساتھ رہائش پذیر تھے اور آپ کے نواسوں کے استاد بھی تھے۔آپ اپنے عظیم الشان والد محترم حضرت اخوند بابا کی طرح ایک جید عالم دین، مناظر اور مجاہد تھے۔آپ کچھ عرصہ کے لئے ضلع دیر میں بھی رہے لیکن کچھ زمانہ کے بعد آپ ضلع سوات کے گاؤں نیک پی خیل

کے گاؤں کانجو میں تشریف لائے اور آخر تک آپ یہاں پر قیام پذیر رہے اور یہاں پر ایک بہت بڑی مسجد تعمیر کی اور اس مسجد میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا یہ مسجد اب بھی شہید بابا کے نام سے معروف ہے۔

آپ نے تصوف کے ساتھ ساتھ جہاد بالسیف کا بھی خوب اہتمام کیا چنانچہ آپ نے میاں قاسم بابا اور صوفی وپیر کامل عبد الحلیم بن میاں عبداللہ باباؒ کی معیت میں لنڈی کالا کوٹ، دوشا گرام، دارمئی، میاندم، جروپیا اور مدین چیل کے مقام پر سکھوں کے خلاف مردانہ وار لڑتے رہے اور اسی جنگ کے دوران آپ نے پیر کامل عبد الحلیم کے ساتھ جام شہادت نوش کیا۔ آپ بیک وقت صوفی، مجاہد اور عالم باعمل بھی تھے چنانچہ آپ کے ہاتھ کی کئی کتابیں عرصہ دراز تک محفوظ تھی جن میں شرح جام جہاں نما، مسائل النساء، تحفۃ الخانیہ اور ملحقت مخزن مشہور تھیں۔ آپ کے شاگردوں اور مریدوں میں میاں نور محمد، ملا عبدالسلام، ملا عبد الحلیم اور حضرت پیر بابا کے تین نواسے میاں قاسم بابا، میاں عبدل بابا اور میں حسن بابا شامل تھے۔ اس کے علاوہ کوہاٹ کے حضرت حاجی بہادر اور پشتو زبان کے مشہور شاعر، صوفی، ولی کامل اور عارف ربانی عبدالرحمان بابا بھی آپ کے شاگرد تھے۔[27]

حضرت شیخ مدرار اللہ عرف صاحبزادہ بابا رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے آباؤ اجداد لنڈی کوتل سے بفہ ضلع مانسہرہ ہجرت کرکے تشریف لائے تھے حضرت شیخ مدرار اللہ کے دادا رحمت اللہ بابا ایک درویش صفت انسان تھے علم اور علماء کے قدردان تھے مانسہرہ اور اس کے آس پاس کے علاقہ کے لوگوں نے آپ کی ہجرت کرنے کے بعد آپ کو عزت کی نظر سے دیکھا اور آپ کے خاندان کی علمی خدمات کی وجہ سے بہت ساری جائیداد آپ کے نام کر دی تھی۔ جب آپ لوگ مانسہرہ میں رہائش پذیر تھے اس وقت سکھ صوبہ خیبر پختونخوا پر قابض ہو گئے تھے۔

ان حالات میں صوبہ خیبر پختونخوا کے درد مند مخلص رہنماؤں نے سکھوں کے مظالم کے خلاف جدوجہد کی۔ چنانچہ علاقہ ہزارہ میں بھی حضرت رحمت اللہ بابا اور آپ کے فرزند عبدالصمد قاضی بابا نے اعلان جہاد کیا اور مسلمانوں کے درمیان اتفاق واتحاد پیدا کرنے کی تحریک چلائی اور قوم کی مدد اور اپنے وسائل کو سکھوں کے خلاف جہاد میں استعمال کیا۔ یہ 1246 ہجری کا زمانہ تھا مسلمان ہر جگہ آپ کی سرکردگی میں بڑی بے جگری سے لڑے لیکن سکھوں کی متحدہ طاقت کی وجہ سے آپ کی کوشش کامیاب نہ ہوئی آپ نے اپنی سب باقی ماندہ جائیداد چھوڑ کر الائی ہجرت کی اور وہاں سے مجاہدانہ کاروائیاں جاری رکھی اس دوران رحمت اللہ بابا فوت ہوئے اور آلائی میں دفن ہوئے۔

آپ کے بعد آپ کے بیٹے عبدالصمد قاضی بابا نے ایک ایسے علاقے کی طرف ہجرت کا فیصلہ کیا جہاں نہ تو سکھوں کا عمل دخل ہو اور نہ انگریزوں کا چنانچہ بڑے سوچ وبچار کے بعد آپ نے سابق ریاست سوات کے علاقہ چنداخورہ (کبل) ہجرت کی۔ یہ 1259 ہجری کے بعد کا زمانہ تھا یہاں آکر آپ نے سکھ کا سانس لیا اور دینی تبلیغ وترویج اور اشاعت علوم کے لیے جدوجہد شروع کی۔ آپ کے ساتھ آپ کے دو فرزند ضرغام اللہ کور بابا اور خانم اللہ باباؒ چنداخورہ آئے تھے جبکہ دو فرزند فرید اللہ باباؒ اور مدرار اللہ بابا آلائی میں رہ گئے۔ بعد میں مدرار اللہ بابا اور آپ کے بھتیجے محمد اسحاق لالا جی بھی

کبل آئے فرید اللہ بابا آلائی میں وفات پائے اور وہیں دفن ہوئے۔ تحصیل کبل کے لوگوں نے آپ کی دینی اقدار کے لیے سعی اور کوششوں کو خوب سراہا۔ چنانچہ آپ کا آستانہ اس علاقے کے لیے علمی روحانی مرکز بن گیا اور اس وقت سے آپ کے خاندان کو یہاں کے لوگ قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ آپ کے فرزند مدراللہ صاحبزادہ باباؒ نے سوات کی عظیم روحانی شخصیت حضرت سیدو بابا سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی اور اپنے پیر طریقت کے ساتھ انگریزوں کے خلاف امبیلہ کے مقام پر جہاد میں شرکت کی آپ نے ابھی پورے اسباق سلسلہ عالیہ قادریہ کے مکمل نہیں کیے تھے کہ سیدو باباؒ دنیا سے پردہ فرماگئے چنانچہ طریقت کے باقی اسباق آپ نے اپنے چھوٹے بھائی حضرت شیخ خانم اللہؒ جو کہ شیخ حمید اللہ باباؒ اسوٹا شریف کے خلیفہ تھے۔[28]

حضرت مولانا نجم الدین المعروف ہڈے ملا صاحب رحمہ اللہ علیہ

حضرت سید بابا رحمہ اللہ علیہ کے مشہور خلفاء میں سے ایک بڑا نام حضرت مولانا نجم الدین صاحبؒ کا بھی آتا ہے جو کہ دراصل جلال آباد کے قریب ایک علاقہ جس کا نام ماڑا ہے وہاں کے رہنے والے تھے ابتدائی تعلیم وہاں حاصل کرنے کے بعد ملاکنڈ ڈویژن کا رخ کیا اور یہاں پر روحانی فیض حاصل کرنے کے لیے مشہور و معروف عالم مولانا عبدالغفور اخوند صابؒ کی خدمت میں تشریف لائے اور یہاں پر آپ ان سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے اپنے شیخ کی طرح آپ کی طبیعت بھی ایک جلالی طبیعت تھی اور شیخ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد اپنی ساری زندگی سکھوں اور انگریزوں کے خلاف جہاد میں گزاری۔ چنانچہ صاحب سوات کی معیت میں آپ نے سکھوں کے خلاف کئی جنگیں لڑی اور آپ کی وفات 1902 میں ہوئی تو جہاد کا یہ عظیم علم آپ نے اپنے نامور خلیفہ حضرت حاجی صاحبؒ کے سپرد فرمایا جنہوں نے پاکستان بننے سے چند دن پہلے تک مجاہدانہ کارناموں کا یہ سلسلہ جاری رکھا۔ چونکہ ضلع سوات میں ان کا بھی ایک کردار ہے اور ان کی صوفیانہ اور مجاہدانہ کوششوں کی بدولت یہاں پر دین کی شمع روشن ہوئی اور باطل قوتوں خصوصاً سکھوں کو یہاں سے بھاگنے پر مجبور کردیا۔

حضرت مولانا شیخ عبدالوہاب المعروف مانکی پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت 1222 ہجری میں اکوڑہ خٹک کے مقام پر ہوئی تھی حضرت سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ کے جتنے بھی خلفاء تھے ان سب میں عالمگیر شہرت کے لحاظ سے جو مقام حضرت مولانا شیخ عبدالوہاب المعروف مانکئی پیر صاحب کو حاصل تھا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ضلع سوات میں حضرت سیدو باباؒ کے بعد جس ہستی کا نام آتا ہے وہ آپ کے خلفاء میں مان کئی پیر صاحب ہے آپ اپنے شیخ حضرت سیدو بابا رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے تھے اور ان کی معیت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا سلسلہ پوری قوت سے جاری رکھا آپ خود ایک بہت بڑے مدرس، بہت بڑے عالم اور صوفی انسان تھے۔ مانکئی پیر صاحب 1863ء میں انگریز کے خلاف امبیلہ کے جہاد میں اپنے پیر طریقت حضرت سید وبابا کے ساتھ شریک تھے اور اس تاریخی جہاد میں بھرپور حصہ لیا تھا یہ جہاد سید و باباؒ نے انگریزوں کے خلاف شروع کیا تھا آپ اپنے شیخ کے ساتھ 25 دن تک یہاں پر رہے اپنے پیر طریقت سیدو بابا کے وصال

کے بعد جب 1895ء کو ملاکنڈ میں انگریز کے خلاف جہاد جاری تھا تو آپ اس میں بھی حصہ لیتے رہے۔آپ کے وصال کے بعد آپ کا ایک صاحبزادہ جس کا نام حضرت عبدالقیوم صاحبؒ تھا اس نے اپنے والد کے ہاتھ بیعت کی اور ان کے خلیفہ بنے اور ان کی وفات کے بعد ساری ذمہ داری ان کی کندھوں پر آگئی کی۔حضرت بابا جی صاحب 29 اکتوبر 1904 کو 100 سال کی عمر میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔[29]

حضرت حاجی فضل واحد ترنگزئی صاحبؒ

آپ 1273ھ کو ترنگزئی چارسدہ میں پیدا ہوئے آپ کا اصل نام فضل واحد اور والد کا نام فضل احمد تھا۔آپ کا خاندانی تعلق حسینی سادات کے ساتھ تھا۔مولانا نجم الدین المعروف ہڈے ملا صاحبؒ کا جب انتقال ہونے لگا تو آپ نے علم جہاد حضرت حاجی صاحب کے حوالے کیا جنہوں نے جہاد کا یہ سلسلہ قیام پاکستان تک جاری رکھا۔انگریزوں نے جب 1897ء میں مالاکنڈ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو اس وقت ان کے خلاف کوئی مستقل منصوبہ بندی نہیں کی گئی تھی اور مسلمان افراتفری کا شکار تھے۔تو اس وقت آپ کے مشہور خلیفہ حضرت مولانا سعد اللہ خان المعروف بہ سرتور فقیر نے ان کا بھرپور مقابلہ کیا۔

اس موقع پر حضرت حاجی سید فضل واحد ترنگزئی حاجی صاحب 42 سال کے تھے۔آپ کے علم وعرفان اور پرہیزگاری کی شہرت دور دور تک پھیل گئی تھی۔اس لئے کئی معتقدین آپ کے ساتھ دین اسلام کی نشرواشاعت میں مصروف رہے۔آپ نے 1897ء میں مولانا نجم الدین المعروف ہڈے مولوی صاحبؒ کی معیت میں انگریزوں کے خلاف بھرپور جہاد کیا۔یہی وہ موقع تھا جس میں آپ نے مولانا نجم الدین المعروف ہڈے مولوی صاحب سے سلسلہ قادریہ میں بیعت کی اور کچھ عرصہ آپ کے ساتھ وقت گذارا۔

خلاصۃ البحث:

مذکورہ بالا بحث سے معلوم ہوا کہ ضلع سوات میں مذہب اسلام کی ترویج واشاعت میں صوفیاء کرام کا کردار ایک مسلمہ حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔اس کی بنیادی وجہ ان حضرات کی شب وروز کی محنت اور مجاہدات کا ثمرہ ہے جس کی بدولت اس خطے کے باسی آج کھلی فضاء میں سانس لے رہے ہیں اور مذہب اسلام پر آسانی کے ساتھ عمل پیرا ہیں۔اگرچہ انہوں نے اپنے آپ کو دنیاوی اعتبار سے مشقت میں ڈالا لیکن علاقہ سوات کو دین اسلام کے نور سے منور کرنے میں بھرپور کردار ادا کیا۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی وحوالہ جات

1-سوات سیاحوں کی جنت، فضل ربی راہی، ص 15 شعیب سنز پبلیشرز اینڈ بک سیلرز، مینگورہ اشاعت سوم مئی 2012

2-SWAT STATE ,FROM GENESIS TO MERGER,SULTAN-I- ROME PP 16

3-سوات سیاحوں کی جنت، فضل ربی راہی، ص15

4-https://www.pbs.gov.pk/node/3391?name=022

5-سوات، سماجی جغرافیہ، قبائلیت اور جدیدیت کے درمیان،ڈاکٹر انعام الرحمان ،پہلی ایڈیشن اگست 2005ء ص115 موٹروے پریس لاہور

6-تاریخ ریاست سوات وسوانح حیات بانی ریاست سوات، محمد آصف خان صفحہ 22،23 اشاعت چہارم 2009 شعیب سنز مینگورہ سوات

7-ایضاً

8-تاریخ ریاست سوات وسوانح حیات ربانی ریاست سوات، محمد آصف خان صفحہ 23 اشاعت چہارم 2009

9-تاریخ ریاست سوات وسوانح حیات ربانی ریاست سوات محمد آصف خان صفحہ 24 اشاعت چہارم 2009

10-تاریخ ریاست سوات وسوانح حیات بانی ریاست سوات، محمد آصف خان صفحہ 45 تا47 اشاعت چہارم 2009

11-تاریخ ریاست سوات، محمد آصف خان ص 28،29 داستان سوات، عبدالقیوم بلالہ، ص: 6،7

12-ایضا ص: 41 وداستان سوات عبد القیوم بلالا صفحہ 6،713- محمد آصف خان ،تاریخ ریاست سوات ص؛ 28،29 وداستان سوات عبدالقیوم بلالا ص: 6،7

14-تاریخ ریاست سوات، محمد آصف خان ص 28،29 داستان سوات عبدالقیوم بلالہ ص6،7

15-مجلّہ التنسیق، خصوصی نمبر تذکرہ واکابر ومشائخ دارالعلوم سیدو شریف سوات، ص20 مارچ 2019

16-ڈاکٹر انعام الرحمان، سوات سماجی جعرافیہ : صفحہ 108

17-فضل ربی راہی، ریاست سوات تاریخ کاایک ورق، صفحہ :28

18-سوات سماجی جغرافیہ (قبائلیت اور جدیدیت کے درمیان) ڈاکٹر انعام الرحمان ایلن ویارو مترجم فضل معبود ص108

19-سوات سماجی جغرافیہ (قبائلیت اور جدیدیت کے درمیان) ڈاکٹر انعام الرحمان ایلن ویارو مترجم فضل معبود ص108

20-محمد آصف خان، تاریخ ریاست سوات ص63 تا 65

21-فضل ربی راہی، ریاست سوات تاریخ کاایک ورق صفحہ 3

22-محمد آصف خان، تاریخ ریاست سوات صفحہ 41 تا45

23-Swat state,from genesis to merger,Sultan-Roome,pp 56

24-داستان سوات، ص20

25-Swate state,from genesis to merger,Sultan-n-roome pp 91,92

26-محمد آصف خان، سوانح حیات بانی ریاست سوات میاں گل عبدالودود ص 224،225

27-کتاب "اخوند درویزہ بابا" از میاں ظاہر شاہ قادری ص 416-460

28-بزرگان دین کی جہادی سرگرمیاں، صوفی اورنگزیب معصومی، مکتبہ آواز حق، یکہ توت پشاور ص 139 تا 143

29-ایضاً صفحہ 119 تا 121